غیر مسلم ملکوں میں قیام و سکونت کی شرعی حیثیت

مولانا اختر امام عادل قاسمی
جامعہ ربانی منوروا شریف، سمستی پور (انڈیا)

نمبر شمار:	ذیلی عنوانات	نمبر شمار:	ذیلی عنوانات
۱:	مسئلہ کی دو بنیادیں	۵:	عقلی استدلال
۲:	غیر مسلم ملکوں کی قسمیں	۶:	قائلین جواز کے دلائل
۳:	قائلین عدم جواز کے دلائل	۷:	قول راجح
۴:	دوسرا استدلال		

موجودہ دور میں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد غیر مسلم ملکوں میں آباد ہے، صرف ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد صحیح اعداد وشمار کے مطابق قریب ۳۰ کروڑ سے کم نہیں ہے، جو اس وقت دنیا کے کسی ایک ملک میں مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد ہے۔ چین میں پندرہ کروڑ، متحدہ روس میں دو کروڑ، یورپ میں ایک کروڑ اسی لاکھ، امریکہ میں اسی لاکھ مسلمان آباد ہیں، اسی طرح افریقی ملکوں مثلاً تنزانیا، اوگنڈا، کینیا اور جنوبی افریقہ اور ایشیائی ملکوں میں سنگاپور، سری لنکا، نیپال وغیرہ میں مسلمانوں کی بڑی تعداد مقیم ہے۔ غیر مسلم ملکوں کے مسائل میں شرعی طور پر سب سے پہلا سوال ان ملکوں میں قیام وسکونت کی شرعی حیثیت کا اٹھتا ہے، کہ مسلمانوں کے لئے غیر اسلامی ملکوں میں قیام کرنا اور وہاں آباد ہونا شرعی طور پر کیسا ہے؟۔ مسلم ملکوں کے ان مسلمانوں کے لئے یہ مسئلہ کافی اہمیت کا حامل ہے؛ جو اپنا وطن چھوڑ کر غیر مسلم ملکوں میں منتقل ہو چکے ہیں، اور دوبارہ لوٹنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ کیا اسلامی نظام چھوڑ کر غیر اسلامی نظام میں پناہ ڈھونڈنا اور مسلم حکمرانوں کے دائرہ اطاعت سے نکل کر غیر مسلم حکمرانوں کی بالادستی قبول کرنا جائز ہے؟۔

یہ سوال انتہائی قدیم ہے۔ ائمہ اربعہ کے دور میں بھی یہ مسئلہ زیر بحث رہا ہے، البتہ حالات کے فرق سے اب مسئلہ کی وہ حساسیت باقی نہیں رہی، جو پہلے سمجھی جاتی تھی۔

مسئلہ کی دو بنیادیں:

اس مسئلہ کا حکم شرعی معلوم کرنے کے لئے دو بنیادوں پر نگاہ ڈالنا ضروری ہے۔ (۱) جس غیر مسلم ملک میں کوئی مسلمان قیام پذیر ہے۔ یا قیام کرنا چاہتا ہے۔ قانونی اور سیاسی طور پر ایک مومن کے لئے وہاں کی صورتِ حال کیا ہے؟۔ صورتِ حال کے فرق سے حکم میں فرق آئیگا۔ (۲) وہاں قیام کا سبب اور محرک کیا ہے؟۔ سبب کے اختلاف اور محرکات کے فرق سے بھی حکم میں فرق پیدا ہوگا۔

غیر مسلم ملکوں کی قسمیں:

فقہاء نے سب سے زیادہ جس چیز کو اہمیت دی ہے، وہ پہلی بات ہے، فقہاء نے غیر مسلم ملکوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے ،اوران تینوں کے جداگانہ احکام بیان کئے ہیں کتب فقہ میں اس سلسلے میں بڑی تفصیل ملتی ہے، ہم یہاں اس ذیل مین ہونے والی بحثوں کا صرف خلاصہ پیش کرتے ہیں:

(۱) پہلی قسم ان غیر مما لک کی ہے۔ جہاں بحیثیت مسلمان کسی شخص کا قیام سخت مشکل ہو، جہاں اپنے اور اپنی نسلوں کے دین وایمان یا جان ومال یا عزت وآبرو کو شدید خطرات درپیش ہوں، دین وایمان اور نسلوں کے تحفظ کی کوئی ضمانت وہاں موجود نہ ہو۔ مذہبی آزادی نہ ہو، دین پر قائم رہ کر وہاں رہنا ممکن نہ ہو، جو عہد اول میں ہجرت مدینہ سے قبل کی صورت حال تھی، ایسے ملکوں میں جانا یا وہاں قیام کرنا باتفاق فقہاء کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں، بلکہ جو لوگ وہاں پہلے سے آباد ہوں، اور وہ کسی مسلم یا پرامن ملک کی طرف ہجرت کرنے کی قدرت رکھتے ہوں۔ تو ان پر فرض ہے۔ کہ وہاں سے ہجرت کر جائیں۔

(حوالہ کے لئے درج ذیل کتابیں ملاحظہ فرمائیں: احکام القرآن للجصاص: ج ۳، ص: ۲۲۸، مغنی المحتاج للشربینی، ج؛ ۶، ص؛ ۵۴، کتاب الاُم للشافعی، ج؛ ۲، ص ۱۲۹، الحاوی الکبیر للماوردی، ج؛ ۱۸، ص؛ ۳۱۱، روضۃ الطالبین للنووی، ج؛ ۷، ص؛ ۴۷۴، کشاف القناع للبہوتی، ج؛۳،ص؛۴۳، الانصاف للمرادوی، ج؛ ۴، ص ۱۲۱، البحر الذخار لابن المرتضی، ج؛۶ ،ص ۲۶۶، نیل الاوطار للشوکانی..... شرح النیل وشفاء العلیل لاطفیش، ج؛ ۷، ص؛ ۵۵۱، المحلی لابن حزم،ج؛ ۱۱، ص ۲۰۰، المدونۃ الکبری للامام مالک، ج؛ ۵، ص ۱۵۶۵، مقدمات ابن رشد مع المدونۃ الکبری، ج؛ ۹، ص؛ ۳۱۵۹)

البتہ شافعیہ نے اس حکم سے ان مسلمانوں کا استثناء کیا ہے۔ جن کے وہاں قیام میں مسلمانوں کی کوئی مصلحت مضمر ہو اور ذاتی طور پر وہ لوگ ایمان کی حفاظت کے ساتھ غیر مسلموں کی طرف سے پیش آنے والے خطرات اور اذیتوں کا مقابلہ کرسکتے ہوں، ایسے حضرات کے لئے مسلم ملکوں کے بجائے غیر مسلم ملکوں میں قیام کرنا نہ صرف جائز بلکہ بہتر ہے۔ (مغنی المحتاج للشربینی، ج ۶، ص ۵۴، الحاوی للماوردی ج ۱۸ ص ۱۱۱، تحفۃ المحتاج للھیثمی ج ۴، ص ۲۱۱)

اس کا ماخذ دراصل یہ آیت کریمہ ہے: ان الذین توفاھم الملائکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا فاولئک ماواھم جھنم وساءت مصیرا (سورۂ نساء: ۹۷)

ترجمہ:۔''بے شک ان لوگوں کی جان جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کر رکھا ہے۔ (جب) فرشتہ قبض کرتے ہیں۔ تو ان سے کہیں گے کہ تم کس کام میں تھے۔ وہ بولیں گے ہم اس ملک میں بے بس تھے، فرشتے کہیں گے۔ کہ اللہ کی سرزمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ تو یہی لوگ ہیں۔ جن کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور وہ بری جگہ ہے۔'' (ترجمہ ماجدی)

اس آیت کریمہ میں ایسی سرزمین پر اقامت اختیار کرنے کو ظلم اور بدترین گناہ قرار دیا گیا ہے۔ جہاں انسان اپنے دین وایمان کی حفاظت نہ کر سکے، بشرطیکہ انسان وہاں سے نکلنے اور کسی مناسب مقام پر قیام کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ (الکشاف اللزمخشری ج اص ۵۵۵)

پھر ایسے ملک میں جانے اور قیام کرنے کا کیا جواز ہوسکتا ہے۔

(۲) دوسری قسم ان غیر اسلامی ممالک کی ہے، جہاں کھل کر دین پر عمل کرنے کی آزادی نہ ہو، مسلمان وہاں کمزور اقلیت کی زندگی گزار رہے ہوں۔ جہاں جان ومال اور عزت وآبرو پہ خطرات کے بادل منڈلاتے رہتے ہوں، مگر مسلمانوں کے لئے کوئی دوسری جائے ہجرت نہ ہو، یا ہجرت کے اخراجات کے متحمل نہ ہوں۔ اور اسی طرح وہ وہاں رہنے پر مجبور ہوں، ایسے مسلمانوں پر باتفاق فقہاء ہجرت واجب نہیں ہے۔ اور ان ملکوں میں اقامت ان کے لئے باعث گناہ نہیں ہے۔

(احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۲۲۸، فتح العلی المالک لوملیش ج ۷ ص ۳۷۵. ۳۷۲ مغنی المحتاج للشربینی ج ۴ ص ۳۳۹، الحاوی الکبیر للماوردی ج ۱۸ ص ۱۱۱، کشاف القناع للبهوتی ج ۳ ص ۴۴، المحلی لابن حزم ج ۱۱ ص ۲۰۰، البحر الزخار لابن المرتضی ج ۶ ص ۴۶۹، شرح الازهار لابن المفتاح ج ۴ ص ۵۷۵)

اس حکم کا ماخذ بھی مذکورہ بالا آیت کریمہ کا اگلا ٹکڑا ہے۔ الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لا یستطیعون حیلة ولا یهتدون سبیلا فاولئک عسی اللّٰہ ان یعفو عنهم وکان اللّٰہ عفوا غفورا. (النساء: ۹۸. ۹۹)

ترجمہ: بجز ان لوگوں کے جو مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے کمزور ہوں۔ (کہ) نہ کوئی تدبیر ہی کر سکتے ہوں، اور نہ کوئی راہ پاتے ہوں۔ تو یہ لوگ ایسے ہیں۔ کہ اللہ انہیں معاف کردے گا۔ اور اللہ تو ہے ہی بڑا معاف کرنے والا، بڑا بخشنے والا۔ (ترجمہ ماجدی)

اس آیت میں کمزور اور مجبور لوگوں کو حکم ہجرت سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ مگر یہ حکم اس وقت ہے۔ جب تک ان کے لئے ہجرت کی کوئی سبیل نہیں بن جاتی۔

(۳) تیسری قسم ان غیر اسلامی ممالک کی ہے، جہاں مسلمانوں کے لئے بحیثیت ایک اقلیت کوئی خطرہ نہ ہو، مذہبی آزادی حاصل ہو، اپنے یا اپنی نسلوں کے دین وایمان کو مکمل تحفظ فراہم ہو، ایسے ملکوں میں اقامت اختیار کرنے کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔

(۱) ایک رائے یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کے لئے ایسے ملکوں میں جانا یا رہنا بھی جائز نہیں۔ اگر قدرت میسر ہو تو مقیم مسلمانوں کے لئے وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہے، یہ رائے فقہاء مالکیہ کی ہے، اور شافعیہ کا ایک قول بھی اسی کے مطابق ملتا ہے۔ (المدونة الکبری للامام مالک ج ۵، ص ۱۵۶۵، مقدمات ابن رشد مع المدونة الکبری ج ۹ ص ۳۱۵۹)

(۲) دوسری رائے یہ ہے۔ کہ ایسے ملکوں میں قیام کرنا درست ہے، اور مقیم مسلمانوں کے لئے وہاں سے ہجرت کرنا واجب نہیں، یہ رائے حنفیہ اور حنابلہ کی ہے، اور شافعیہ کا صحیح مسلک بھی یہی ہے۔ (المدونة الکبری للامام مالک ج ۵ ص ۱۵۶۵، مقدمات

ابن رشد مع المدونة الکبری ج ۹ص ۱۵۹ ۳)

قائلین عدم جواز کے دلائل:

جوفقہاء ان ملکوں میں قیام کو جائز قرار نہیں دیتے ان کے پیش نظر درج ذیل بنیادیں ہیں:

(۱) حضرت معاویہ کی روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا تنقطع الهجرة حتی تنقطع التوبة ولا تنقطع التوبة حتی تطلع الشمس من مغربها. (ابو داؤد . کتاب الجهاد ، باب فی الهجرة هل انقطعت حدیث (۲۴۶۲) الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل ج ۲۰ ص ۲۹۶)

ترجمہ:۔ ہجرت اس وقت تک ختم نہ ہوگی۔ جب تک کہ توبہ کا دروازہ بند نہ ہو، اور توبہ کا دروازہ اس وقت تک بند نہ ہوگا۔ جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو جائے۔

حضرت عبداللہ السعدی کی روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا تنقطع الهجرة ما قوتل الکفار وفی روایة ، لا تنقطع الهجرة ما دام العدو یقاتل . (السنن الکبری للبیهقی، کتاب الیسر باب الرخصة فی الاقامة بدار الشرک لمن لا یخاف الفتنة ج ۹ ص ۱۸ ، الفتح الربانی لترتیب مسند امام احمد بن حنبل ج ۲۰ ص ۲۹۵ ، نسائی ، کتاب البیعة ، باب ذکر الاختلاف فی انقطاع الهجرة ، رقم ، ۴۱۸۳ ۔ ۴۱۸۴)

ترجمہ: ہجرت اس وقت تک بند نہ ہوگی۔ جب تک کفار سے جہاد کا سلسلہ جاری ہے۔ اس روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہجرت کا عمل تاقیام قیامت جاری رہیگا۔ اور ظاہر ہے۔ کہ اس حکم کے مخاطب غیر اسلامی ملکوں کے مقیم مسلمان ہیں، اس لیے تمام پر لازم ہے۔ وہ کسی بھی غیر اسلامی ملک میں اقامت اختیار نہ کریں، اور فریضہ ہجرت پر عمل کرتے ہوئے غیر اسلامی ملکوں سے نقل مکانی کرلیں، اس سے قدرتی طور پر یہ حکم بھی نکلتا ہے۔ کہ جب غیر اسلامی ملکوں میں مقیم مسلمانوں کو ان ملکوں کو چھوڑ دینے کا حکم دیا جارہا ہے۔ تو مسلم ملکوں سے منتقل ہو کر وہاں جانے کی اجازت کیسے مل سکتی ہے؟۔

ان روایات پر سند اور استدلال دونوں لحاظ سے کلام کیا گیا ہے، حضرت معاویہ کی روایت سند کے اعتبار سے متکلم فیہ ہے۔

(عون المعبود لشمس الحق عظیم آبادی ج ۷ ص ۱۵۶ ، نیل الاوطار للشوکانی ج ۸ ، ص ۲۶)

اس روایت کی سند میں ابو ہند البجلی ہیں۔ ان کو ابن القطان نے مجہول قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب، ج۱۰،ص۲۹۹)

ایک دوسرے راوی عبدالرحمٰن بن ابی عوف کو بھی ابن القطان نے مجہول کہا ہے۔ (تہذیب التہذیب لابن حجر، ج۵،ص:۱۵۴)

اسی طرح عبداللہ السعدی کی روایت میں ایک راوی اسماعیل بن عیاش کو بعض محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، امام نسائی نے ان کو ضعیف کہا، ابن حبان نے کہا کہ حدیث میں بہت غلطیاں کرتے ہیں، اس طرح بقول محدث ابن خزیمہؒ روایت قابل استدلال نہیں رہی۔

(میزان الاعتدال للذھبی ج ۱ ص ۲۴۱. ۲۴۴)

اور اگر روایات صحیح اور لائق استدلال بھی ہوں تو بھی ان کا محمل وہ ممالک بن سکتے ہیں، جہاں مسلمانوں کو مذہبی آزادی حاصل نہیں ہے۔ جہاں دین وایمان، جان ومال اور عزت وآبرو کو شدید خطرات لاحق ہوں۔ مسلمان وہاں سے ہجرت کرنے کی طاقت رکھتے ہیں، اور کسی اسلامی ملک نے ان کے لئے اپنے دروازے کھول دیئے ہوں، ان احادیث کو علی الاطلاق تمام غیر اسلامی ملکوں پر منطبق نہیں کیا جاسکتا ہے، اس لئے غیر اسلامی ملکوں میں قیام کی اجازت کی روایات بھی موجود ہیں۔ (سبیل السلام للصنعانی ج ۴ ص ۷۶، تحفة الاحوذی للمبارکفوری ج ۵ ص ۲۱۵)

دوسرا استدلال:

دوسرا استدلال ان روایات سے کیا گیا ہے۔ جن میں مشرکین کی آبادیوں کے درمیان مسلمانوں کی اقامت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور ان سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت جریر بن عبداللہ کی روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انا بریئ من کل مسلم یقیم بین اظهر المشرکین قالوا یا رسول الله ولم؟ قال لا تراء ی نارا هما.

(ترمذی کتاب السیر، باب ما جاء فی کرهیة المقام بین اظهر المشرکین، حدیث ۱۶۵۴، ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب النهی عن القتل من اعتصم بالسجود حدیث ۲۶۲۸، نسائی، کتاب القسامة، باب القود بغیر حدید مرسل، حدیث ۴۷۹۴)

ترجمہ:۔ میں ہر ایسے مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے درمیان رہتا ہوں، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا دونوں اتنی دور رہیں کہ ان میں سے کوئی دوسرے کی آگ نہ دیکھ سکے۔

حضرت سمرہ بن جندبؓ کی روایت ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لا تساکنوا المشرکین ولا تجامعوهم فمن ساکنهم او جامعهم فهو مثلهم. (السنن الکبری للبیهقی، کتاب السیر، باب الرخصة فی الاقامة بدار الشرک لمن لا یخاف الفتنة ج ۹ ص ۱۸ جامع الترمذی مع شرح تحفة الاحوذی ج ۵ ص ۲۳۰)

وفی روایة: من جامع المشرک وسکن معه فانه مثله.

(ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الاقامة بارض الشرک، حدیث ۲۷۷۰)

ترجمہ: مشرکوں کے ساتھ نہ رہو، اور نہ ان کے ساتھ اکٹھے ہو، جو ان کے ساتھ رہے گا یا اکٹھے ہوگا۔ وہ انہی کی طرح سمجھا جائے گا۔

ان روایات سے صراحتاً غیر مسلموں کے درمیان سکونت کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ مگر مشکل یہ ہے۔ کہ یہ روایات بھی کلام سے خالی نہیں ہیں۔ مثلاً حضرت جریر بن عبداللہ کی حدیث مرسل ہے یا متصل؟ اس میں محدثین کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ اور امام بخاری،

امام ترمذی اور امام ابوداؤدوغیرہ نے اس کے ارسال والی بات کوترجیح دی ہے۔(تحفۃ الاحوذی شرح الترمذی ج۵ص۲۳۰)
دوسرے اس کی سند میں ایک راوی ابومعاویہ الضریر ہیں۔ان کا نام محمد خازم التیمی ہے، ابن خراش اور عبداللہ بن احمد کی رائے ان کے بارے میں یہ ہے۔کہ وہ صرف اعمش کی روایات کی حد تک قابل اعتبار ہیں، باقی روایات میں ان کے حافظہ پر اعتماد نہیں ہے۔
(میزان الاعتدال للذهبی ج ۴ ص ۵۷۵، تهذیب التهذیب لا بن حجر ج ۷ ص ۱۲۷)
رہی حضرت سمرۃ بن جندب والی روایت تو اس کے دونوں طریق ضعیف ہیں، پہلے طریق کی سند میں ایک راوی اسحاق بن ادریس ہیں۔ جن کو متعدد محدثین نے ضغیف قرار دیا ہے، بلکہ یحیٰ بن معین نے ان کو کذاب اور حدیث گھڑنے والا کہا ہے۔دارقطنی نے ان کو منکر الحدیث، اورنسائی نے متروک الحدیث قرار دیا ہے۔(میزان الاعتدال للذهبی ج ۱ ص ۱۸۴، المجموع فی الضعفاء والمتروکین لعبد العزیز السیروان ص ۲۸۳)
دوسرے طریق کی سند کے بارے میں ذہبی کا خیال ہے کہ لائق استدلال نہیں ہے۔(نیل الاوطار للشوکانی ج۸ص۲۵)
اس لئے کہ سند میں ایک راوی سلیمان بن موسیٰ ابوداؤد متکلم فیہ راوی ہیں، ان کے بارے میں نسائی کہتے ہیں کہ حدیث میں مضبوط نہیں ہیں۔ ابن حجر کہتے ہیں۔کہ "فیہ لین" ان میں کچھ نرمی ہے، بخاری کہتے ہیں۔"لہ مناکیر" کہ یہ منکر روایات بھی نقل کرتے ہیں۔
(عون المعبود شمس الحق عظیم آبادی ج ۷ ص ۴۷۷ ج، المجموع فی الضعفاء والمتروکین ص ۱۱۶. ۴۴۲)
اور اگر یہ روایات درست بھی ہوں۔تو بھی ان کا اطلاق عموم کے ساتھ غیر اسلامی ملکوں پر نہیں ہوسکتا، بلکہ ان کا مصداق صرف وہ ممالک قرار دیئے جائیں گے۔جہاں مسلمانوں کے لئے دین پر آزادانہ عمل کی راہ میں مشکلات ہوں، اور ہجرت کے سوا اسلامی زندگی گزارنے کی کوئی صورت موجود نہ ہو،۔۔۔۔۔۔اور اگر اس روایت کو اس کے پس منظر کے ساتھ ملاکر دیکھا جائے تو بات بہت زیادہ صاف ہو جاتی ہے، یہ حدیث جس پس منظر میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ یہ تھا۔کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ قبیلہ بنو خثعم کی طرف بھیجا تو کچھ لوگوں نے سجدوں کی ڈھال اختیار کرلی یعنی سجدے میں چلے گئے۔تاکہ مجاہدین ان کو مسلمان جان کر قتل نہ کریں۔مگر مجاہدین کی تلوار سے وہ حضرات محفوظ نہ رہ سکے، جب کہ فی الواقع وہ مسلمان تھے۔حضور اکرم ﷺ کو اس کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے ان کے لئے نصف دیت کا حکم جاری فرمایا، اور یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ میں ہر ایسے مسلمان سے بری ہوں۔جو مشرکوں کے درمیان رہائش پزیر ہو۔(جامع الترمزی مع تحفۃ الاحوذی ج۵ص۲۲۹)

عقلی استدلال:

ایک عقلی دلیل یہ دی جاتی ہے۔ایک مسلمان کے غیر اسلامی ملک میں جانے کا مطلب یہ ہوگا۔کہ وہ خود اپنے آپ کو اسلامی قوانین کے سایہ سے نکال کر غیر اسلامی قوانین کے لئے پیش کر رہا ہے، ظاہر ہے، کہ کسی صاحب ایمان کو اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔(مقدمات ابن رشد مع المدونۃ الکبری ج۹ ۳۱۵، المدونۃ الکبری للامام مالک ج ۵ ص ۱۵۶۵)

مگراس دلیل کی معنویت آج کے دور میں باقی نہیں رہی، اس لئے کہ تمام اقوام وممالک نے اپنے اپنے دستور میں مذہبی آزادی کا اصول تسلیم کرلیا ہے، اور ہر ملک میں ہر شخص کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی دی گئی ہے، اس لئے آج کے حالات میں کسی غیر اسلامی ملک کے زیر اثر زیادہ سے زیادہ جن مسائل میں کسی مسلمان کے متاثر ہونے کا امکان ہے۔ وہ اقتصادی مسائل ہیں۔ مگر ان کا بڑا حصہ قانونی اسلامی سے متصادم نہیں ہے، بلکہ بڑی حدتک اسلامی قوانین سے ہم آہنگ ہے۔

بلکہ آج کا تجربہ تو یہ ہے۔ کہ غیر اسلامی ملکوں کے مسلمان جس صلابت اور شدت کے ساتھ دین پر قائم ہیں۔ اسلامی ملکوں کے بیشتر مسلمان اس معیار پر نہیں اترتے، وہ دین کو پوری محبت کے ساتھ سینہ سے لگائے ہوئے ہیں۔ کہ کہیں یہ ہم سے چھوٹ نہ جائے۔ جب کہ اسلامی ملکوں کے اکثر مسلمان محض روایتی طور پر دین پر قائم ہیں۔

قائلین جواز کے دلائل:

جمہور فقہاء جواز کی رائے رکھتے ہیں، اوراس کے لئے ان کی پیش نظر بعض اہم بنیادیں ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے روز ارشاد فرمایا:

لا هجرة ولكن جهاد ونية واذا استنفرتم فانفروا . (بخاری، کتاب الجهاد، باب ،لا هجرة بعد الفتح ج ۱ ص ۲۳۳، حديث ۳۰۷۷ المسلم ، کتاب الامارة باب المبايعة ، بعد فتح مكة على الاسلام والجهاد ، حديث ۴۷۰۳)

ترجمہ:۔اب ہجرت کا حکم باقی نہیں البتہ جہاد اور نیت باقی ہے، جب تم کو جہاد کے لئے بلایا جائے تو جہاد کے لئے نکلو۔

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ فتح مکہ کے بعد جب پورے علاقہ عرب میں امن قائم ہو گیا۔ اور مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہی تو ہجرت مدینہ کا حکم منسوخ کر دیا گیا، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ کہ یہ حکم صرف مکہ مکرمہ ہی کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ ہر وہ علاقہ جہاں مسلمانوں کو ان کے اسلامی امور کی بجا آوری میں کوئی دشواری پیش نہ آئے اس میں داخل ہے۔ (فتح الباری، شرح بخاری ج۶ ص۲۳۳۔۲۳۴)

علامہ خطابیؒ اور شوکانی کا بیان ہے۔ کہ ابتداء اسلام میں چونکہ مسلمان تعداد میں کم اور منتشر تھے، اس لئے ضرورت تھی کہ ان کو کسی ایک مقام پر جمع کیا جائے، اس وقتی مصلحت کے پیش نظر ہجرت مدینہ کا حکم عبوری طور پر دیا گیا، لیکن جب مسلمان تعداد میں بڑھ گئے، اور ان کی قوت بھی کافی حدتک مستحکم ہوگئی، جس کا علامتی مظاہرہ فتح مکہ کی صورت میں ہوا، تو ہجرت مدینہ کا یہ حکم اٹھالیا گیا۔ **(معالم السنن للخطابی ج ۲ ص ۲۰۳، نیل الاوطار للشوکانی ج ۸ ص ۲۶)**

(۲) رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ سے قبل بعض صحابہ کو مکہ میں رہنے کی اجازت دی جب کہ مکہ، فتح مکہ سے قبل دار الکفر تھا، مثلاً اپنے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلبؓ کو حضور نے مکہ میں رہنے کی اجازت دی، اس لئے کہ ان کے بارے میں دینی فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہیں تھا۔ اور ذاتی وجاہت اور خاندانی اثر ورسوخ کی بنا پر کفار ان کو جانی و مالی نقصان بھی نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔

کہ دارالکفر میں اگر دین وایمان اور جان ومال کے تحفظ کا یقین ہوتو قیام کرنے کی اجازت ہے۔ (الام للشافعی ج ۲ ص ۱۶۹، المغنی لا بن قدامه ج ۱۰ ص ۵۵، السنن الکبری للبیهقی ج ۹ ص ۱۵)

البتہ حضرت عباسؓ کے بارے میں کہا جاسکتا ہے۔ کہ وہ ہجرت کی قدرت نہیں رکھتے تھے، اس بنا پر حکم ہجرت سے ان کو مستثنیٰ کر دیا گیا تھا، جو عام مستضعفین کا حکم ہے۔

(۳) بعض صحابہ نے مکہ میں کفار کی اذیتوں سے مجبور ہوکر حبشہ کی عیسائی سلطنت کا رخ کیا اور وہیں مقیم ہو گئے، اور جب تک اللہ نے ہجرت مدینہ کی سبیل نہیں پیدا کی وہیں مقیم رہے، یہاں تک کہ بعض صحابہ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ ہجرت فرما جانے کے بعد بھی حبشہ ہی مقیم رہے، اور یہ سب کچھ رسول اللہ ﷺ کی مرضی کے مطابق ہوا۔

خود نجاشی مسلمان ہونے کے بعد اپنی غیر اسلامی سلطنت میں مقیم رہا، جب کہ وہ اپنے وسائل کی بدولت مدینہ ہجرت کرنے کی قدرت رکھتا تھا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے وہ حبشہ میں مقیم رہا، اور جب اس کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ نے اس کی غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمائی اور فرمایا:

مات الیوم رجل صالح، (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۴۲، کتاب مناقب الانصار، باب موت النجاشی، حدیث ۳۸۷۷)

ترجمہ: آج ایک صالح شخص کا انتقال ہو گیا ہے۔ مشہور تابعی عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں۔ کہ میں نے عبید بن عمیر کے ساتھ حضرت عائشہؓ سے ملاقات کی، اور ان سے ہجرت کے بارے میں سوال کیا، تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ''اب ہجرت کا حکم نہیں ہے، اللہ اور رسول ﷺ کی طرف ہجرت کا حکم اس وقت تھا۔ جب مسلمانوں کے لئے دینی اعتبار سے فتنہ کا اندیشہ تھا، اس لئے مسلمان مختلف علاقوں سے سمٹ کر رسول اللہ ﷺ کے زیر سایہ مجتمع ہو گئے۔ لیکن اب اللہ نے اسلام کو فروغ دے دیا ہے۔ اس لئے اب جو شخص جہاں چاہئے رہ کر اپنے پروردگار کی عبادت کرے، البتہ جہاد اور نیت کا حکم اب بھی باقی ہے''

(فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۷ ص ۲۸۶، السنن الکبری للبیهقی، کتاب السیر، باب الرخصة فی الاقامة بدار الشرک لمن لایخاف الفتنة ج ۹ ص ۱۷)

حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہ کا ارشارہ اس جانب ہے کہ ہجرت کا حکم مطلق نہیں ہے۔ بلکہ فتنہ کی علت کے ساتھ مربوط ہے، علت موجود ہوگی تو حکم پایا جائے گا، علت نہیں رہے گی۔ تو حکم بھی باقی نہ رہے گا۔ اس طرح وہ ممالک جہاں دینی اعتبار سے مسلمانوں کے لئے فتنہ نہ ہو وہاں اقامت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور وہاں مقیم مسلمانوں کے لئے ہجرت واجب نہیں۔ (فتح الباری لابن حجرؒ ج ۷ ص ۲۹۰)

علامہ ماوردیؒ فرماتے ہیں: اگر کسی غیر اسلامی ملک میں آزادانہ طور سے دین پر عمل کرنے کی قدرت ہو تو وہ دارالاسلام کے حکم میں ہے۔ اور دارالاسلام کے مقابلے میں مسلمانوں کا وہاں قیام کرنا زیادہ باعث فضیلت ہے، اس لئے کہ اس میں اسلام کی دعوت کے امکانات زیادہ ہیں۔ (الحاوی للماوردی ج ۱۸ ص ۱۱۱)

قول راجح:

غور کرنے سے جمہور کا موقف ہی زیادہ مضبوط معلوم پڑتا ہے۔اوراس کے کئی اسباب ہیں:

(۱)عدم جواز کے لئے جو روایات پیش کی گئی ہیں۔وہ عموماً طعن سے خالی نہیں ہے۔اور اگر ان کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو ان کا محل وہ ممالک قرار پا سکتے ہیں۔ جہاں مسلمانوں کے لئے دینی لحاظ سے خطرہ درپیش ہو،اور فقہ کا ضابطہ ہے۔کہ جب کسی دلیل میں دوسرا احتمال پیدا ہو جائے تو وہ کسی ایک معنی کے لئے متعین نہیں رہ جاتے،اور اس سے استدلال باطل ہو جاتا۔ہے۔

(۲)نیز غیر اسلامی ممالک کی صورت اب قطعاً مختلف ہوگئی ہے۔آج ان ممالک میں فکر وعقیدہ اور اظہار خیال کی جو آزادی ہے،اللہ مجھے معاف کرے،وہ بہت سے اسلامی ملکوں میں بھی میسر نہیں ہے،آج وہاں اسلامی ادارے،مساجد،مدارس اور دینی تحریکات وتنظیمات کی خاصی تعداد خدمت دین میں مصروف ہیں،اور ان کے لئے کوئی سیاسی یا قانونی رکاوٹ نہیں ہے، بڑے بڑے اہل علم ،اور اہل تحقیق موجود ہیں۔جو مختلف ممالک سے مختلف اسباب کے تحت وہاں پہنچ گئے۔

اس لئے آج ان ممالک میں نہ اسلام کے لئے خطرہ ہے۔اور نہ مسلمانوں کے لئے ، پھر کوئی وجہ نہیں کہ ان ممالک میں مقیم مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دیا جائے،یا مسلمانوں کے وہاں داخلہ یا اقامت کو ممنوع قرار دیا جائے۔

(۳)اور اگر اس نظریہ کو تسلیم کر لیا جائے تو اس سے لازم آئے گا۔کہ تمام غیر اسلامی ممالک کو اسلام اور مسلمانوں کے وجود سے خالی کر دیا جائے۔اس طرح کی بات کم از کم آج کے دور میں کوئی دانش مند شخص نہیں کر سکتا،علاوہ ازیں تمام مقیم مسلمانوں کی ہجرت اور نقل مکانی میں آج کے دور میں جو مشکلات اور دشواریاں ہیں۔وہ اپنی جگہ ہیں۔یہ اسلام کے مزاج کے خلاف ہے،قرآن پاک میں ارشاد ہے:

ما جعل عليكم فى الدين من حرج (سورۂ حج ؛ ۷۸) ترجمہ:اللہ نے تمہارے لئے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی ہے۔

یر ید الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر.

ترجمہ:اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتے ہیں۔مشکل نہیں چاہتے۔

بشکریہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند

مقالہ نگاروں سے ضروری گزارش

جملہ مقالہ نگار حضرات سے گزارش ہے کہ وہ اپنے مقالات صاف ستھرا خوشخط لکھائی کے ساتھ اگر ممکن ہو تو کمپیوٹر سے کمپوز کر کے صحیح پروف شدہ،حوالات جات کے ساتھ بروقت براہ راست

ای میل ایڈریس:almarkazulislami@maktoob.com یا ڈاک کے ذریعے روانہ کریں۔

شکریہ